عیسوی یا میلادی سنہ: عیسوی سنہ کا آغاز حضرت عیسیٰؑ کے یوم ولادت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اس سنہ کی ابتداء سے چار سے آٹھ سال پیشتر ہوئی تھی لیکن جب اس غلطی کا احساس ہوا۔ تب تک کافی تاخیر ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس کا ازالہ ممکن نہ تھا چنانچہ وہی مروج رہا۔ اگرچہ یہ سنہ دنیا میں تقریباً آٹھ سو سال بعد شارلمن معاصر خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ ۹۔۸۰۸ء) کے زمانہ میں رائج و مشتہر ہوا لیکن اس وقت رُبع مسکوں کے بڑے حصے میں اس کا استعمال عام ہے۔ اس سنہ کا دار و مدار گردش شمس پر ہے۔ یہ ماہ جنوری سے شروع ہو کر ماہ دسمبر پر ختم ہوتا ہے۔ سال میں تقریباً ۳۶۵ دن اور ۶ گھنٹے ہوتے ہیں لیکن ہر چوتھے سال فروری ماہ میں ایک دن کا اضافہ کر کے سال ۳۶۶ دن [۲] کا کر دیا جاتا ہے۔ جسے سال کبیسہ کہتے ہیں گویا یہ وضعی اور غیر حقیقی سال ہے۔

سنبت بکرمی: اس سنہ کی ابتداء اجین کے راجہ بکرماجیت نے اپنے سال جلوس (تخت نشینی) ۵۸ قبل از مسیح سے کی تھی۔ جسے چندر گپت ثانی (بکرماجیت ثانی م ۴۱۴ء) نے اپنے عہد میں از سر نو جاری کیا۔ یہ سنبت چیت سدی یعنی شکل پکھ (Bright Half of a Lunar Monty) سے شروع ہوتا ہے اور چیت بدی یعنی کرشن پکھ (The Dark Half of a Lunar Monty) کی انتہا پر ختم ہوتا ہے۔ پہلا ماہ چیت اور آخری پھاگن ہوتا ہے۔ چونکہ یہ بھی شمسی ہے اس لئے ہر چوتھے سال بجائے بارہ ماہ کے تیرہ ماہ کا ایک سال ہوتا ہے جسے سال کبیسہ (لوند کا سال) کہتے ہیں۔ ہندوستانی منجم اس اضافی ماہ کو "مل ماس" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کسی عیسوی سنہ میں ستاون (۵۷) شامل کر کے متوازی بکرمی سنبت معلوم کیا جا سکتا ہے اور عیسوی سنہ اس کے برعکس عمل سے۔ [۳]

---

[۱] ہندی وشوکوش (ہندی) ۷: ۳۷۴ ناشر راجپال اینڈ سنز دلی، اپریل ۱۹۶۷ء

[۲] زمانہ کو ناپنے کا موزوں ترین 'واحدہ' دن ہے۔ نجومی نصف النہار سے نصف النہار تک، مسلمان غروب سے غروب تک، ہندو طلوع سے طلوع تک اور ہمہ گیر مدنی ضرورتوں میں نصف اللیل سے نصف اللیل تک کے وقفے کو "دن" مانتے ہیں۔ دیکھئے صابری صفحہ ۳۸ فقرہ ۵۹۔

[۳] بھارتیہ پراچین لپی مالا صفحہ ۱۶۵ تا ۱۷۰۔

سنہ شک یا شاکا سنبت: اس سنہ کو راجہ سالباہن نے ۷۸ھ میں شاکا قوم پر فتح حاصل کرنے کی خوشی میں سنبت ۱۳۵ بکرمی منسوخ کرکے رائج کیا۔ یعنی یہ بکرمی سنبت سے ۱۳۵ سال کم ہے۔ اس کے مہینے وہی ہیں جو بکرمی سنبت کے ہیں۔ کسی عیسوی سنہ میں سے ۷۸ خارج کرنے پر شاکا سنبت برآمد ہو جائے گا۔ اس سنبت کا سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۹ سکنڈ کا ہوتا ہے۔ کبیسہ اس میں بھی رائج ہے۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو بھارت سرکار نے ایک پریس نوٹ کے ذریعہ جدید قسم کے شاکا کیلنڈر کو ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء سے ملک میں جاری کیا اور قومی سنبت قرار دیا۔ اس طرح اب عیسوی کیلنڈر کے ساتھ اس کی تاریخوں میں مطابقت پیدا ہوگئی ہے۔ واضح ہو کہ شک سنبت ایک عیسوی سال میں شروع ہو کر دوسرے عیسوی سال میں ختم ہوتا ہے یعنی شک سنبت ۱۹۲۱ء اپریل ۱۹۹۹ء میں شروع ہوگا اور مارچ ۲۰۰۰ میں ختم ہوگا۔[۱]

سنہ الٰہی اکبر شاہی: مغل شہنشاہ اکبر نے جہاں دیگر بہت سی اصلاحات جاری کیں، ایک نئے سنہ کا آغاز بھی کیا جو سنہ الٰہی کہلاتا ہے۔ یہ اکبر کے ۲۹ویں سال یعنی ۹۹۲ ہجری مطابق ۱۵۸۴ء سے امیر فتح اللہ شیرازی نے وضع کرکے شروع کیا لیکن گذشتہ سالوں کا حساب لگا کر فی الحقیقت اسے اکبر کی تخت نشینی ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء سے تسلیم کیا گیا۔ لیکن اس کا اصل آغاز ۲۵ یوم بعد ۱۱ مارچ ۱۵۵۶ء سے کیا گیا کیونکہ اس دن ایرانیوں کا نوروز (ماہ فروردیں) تھا۔ یعنی یہ نوروزی سال ہے جو ایرانی خورشیدی جنتری پر منحصر ہے۔ اس کے دنوں اور مہینوں کے نام بھی پارسی ہیں۔ مہینے ۲۹، ۳۰، ۳۱ و ۳۲ دن کے ہوتے ہیں جیسا کہ ازروئے حساب جمل مندرجہ ذیل بیت سے معلوم ہوتا ہے:

لاولالب، لاولالاشش مہ راست
لل کط وکط لل شہور کوتہ است[۲]

کسی عیسوی سنہ میں سے ۱۵۹۱ منہا کو دیے جائیں تو متبادل سنہ الٰہی معلوم ہو جائے گا۔ اس

---

[۱] ایضاً صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۳ نیز "ہندوستانی کتبوں کا مطالعہ (انڈین اپی گرافی) از ڈی سی سرکار صفحہ ۸۸۔۲۸۷۔

[۲] غیاث اللغات صفحہ ۳۲۵ مفتاح التواریخ صفحہ ۱۶۹۔

سنہ میں کبیسہ نہیں ہوتا۔[1]

سنہ فصلی: سنہ فصلی شہنشاہ اکبر کے عہد میں میرزایان فارس نے راجہ ٹوڈر مل کے مشورہ سے ۱۰ر شعبان ۹۸۱ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۵۷۳ء کو جاری کیا۔ چونکہ لگان وصولی کا مدار اس زمانہ میں فصول شمسیہ (بکرمی سنبت) پر تھا اس لئے بجائے ہجری سنہ کے جو قمری ہے فصلی سنہ کو شمسی سال بکرمی سے تطبیق دی گئی اس طرح ۹۸۱ ہجری کو ۹۸۱ فصلی سنہ تسلیم کرلیا گیا جو بکرم سنبت ۱۶۳۰ کے مطابق تھا۔ چونکہ ۹۸۱ ہجری سنہ ۱۵۷۳ عیسوی کے متوازن تھا اس لئے کسی عیسوی سنہ میں سے ۵۹۲ کم کردیئے جائیں تو اس کے مقابل کا فصلی سنہ نکل آئے گا۔ یہ شمسی سنہ ہے اور اس کے مہینے وہی ہیں جو سنبت کے ہیں۔ اس سنہ میں سب سے پہلے میر محمد جعفر روحی رنبیر پوری[2] (م ۱۱۵۴ھ) نے کسی کی ولادت کی تاریخ لفظ "ظہور" (۱۱۱۱ فصلی) سے برآمد کی تھی۔[3] ورنہ اس سے پہلے صرف ہجری سنہ میں ہی تاریخیں نکالی جاتی تھیں۔

سنہ محمدی: یہ اسم بامسمیٰ سنہ ہے۔ اس کا تعلق آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے ہے۔ اس کا آغاز ۲۰ر مارچ ۵۷۱ء سے ہوتا ہے۔[4] یہ بھی شمسی سال ہے۔ اس کا معمولی سال ۳۶۵ دن کا اور ہر چوتھا سال ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مہینوں کے نام بارہ برجوں پر رکھے گئے ہیں۔ اس کے موجد مولوی نظام الدین حسن نیتوی ہیں۔ کسی عیسوی سنہ میں سے ۵۷۱ منہا کردیئے جائیں تو محمدی سنہ معلوم ہوجائے گا۔[5] بعض شعرا نے سنہ محمدی میں بھی تاریخیں برآمد کی ہیں۔ مگر یہ سنہ رائج نہ ہوسکا۔

---

۱ بھارتیہ پراچین لپ مالا صفحہ ۱۹۳، انڈین ایپی گرافی صفحہ ۳۸۶۔

۲ قطعہ تاریخ وفات روحی آزاد بلگرامی نے یہ کہا:

سید نکتہ سنج حق آگاہ | کرد آہنگ بزم سبوحی
سال تاریخ او شود پیدا | وقت تکرار "جعفر روحی" ۱۱۵۴ھ (سرو آزاد ۲:۲۰۸)

۳ غیاث اللغات صفحہ ۳۲۲۔ ۲×۵۵۵=۱۱۱۰

۴ قاضی سلمان منصور پوری ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء بتلاتے ہیں۔ دیکھئے رحمتہ اللعالمین جلد اول صفحہ ۴۰ ناشر اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۸۰ء اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء ۶:۳۷۔

۵ برائے سنہ محمدی دیکھئے رسالہ معلومات السنین صفحہ ۹ نیز غرائب الجمل صفحہ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔

سنہ اسلامی شمسی ہجری: دمشق کے عالم حسن وفقی بک نے دنیائے اسلام میں ایک نیا سال اسلامی شمسی ہجری ایجاد کیا جسے مسجد قبا[1] کا سنگ بنیاد رکھنے کے دن یعنی ۹ ربیع الاول ۱ھ سہ شنبہ مطابق ۲۱ر ستمبر ۶۲۲ء روز منگل سے شروع کیا۔[2] یہ سال شمسی ہے اور اس کے ایام سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ہوتے ہیں اور چوتھا سال جو ۴ پر پورا تقسیم ہو جائے۔ ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ اسے عیسوی سنہ سے مطابق کرنے کے لئے کسی عیسوی سنہ میں سے ۶۲۱ سال ۲۶۶ دن کم کر دیں تو اس کے متوازی اسلامی شمسی سال نکل آئے گا۔[3]

مذکورہ سنین کے علاوہ دنیا میں بعض غیر معروف سنین بھی رائج ہیں مثلاً سنہ بعثت نبوی، جو پہلی وحی نازل ہونے کی تاریخ (۱۲ر فروری ۶۱۰ء) سے شروع کیا گیا تھا مگر رائج نہ ہو سکا۔ سنہ جلالی، سنبت پارسی، سال نانک شاہی، مہدوی، بنگلہ، سنہ مشہور وغیرہ لیکن ان سنین مین تاریخیں نہیں ملتی ہیں۔ تاریخیں بالعموم ہجری، عیسوی، بکرمی اور شاکا اور فصلی سنین ہی میں کہی جاتی ہیں۔ سنبت بکرمی میں بطور مثال ایک تاریخ ملاحظہ ہو، جو منشی رام سہائے تمنا نے اردو کے مشہور ادیب رام لعل نابھوی کے پردادا منشی گوبند رام کی وفات پر کہا تھا:

اے تمنا سال رحلت کے لئے　　پیش ہاتف سر جھکا کر، کر سلام
مصرع تاریخ یہ دو بار پڑھ　　رام ہی میں رم ہیں اب گوبند رام[4]

۱۹۷۴ = ۲×۹۸۷ بکرما

بہر حال تاریخ گو پر پابندی نہیں وہ چاہے جس سنہ میں تاریخ کہہ سکتا ہے۔ تاہم مروجہ سنین میں تاریخ کہنا بہتر ہوتا ہے اور جس سنہ میں تاریخ حاصل کرے اس کی صراحت کر دینی چاہئے۔ بغیر صراحت تاریخ میں یک گونہ نقص رہ جائے گا۔[5] (جاری)

---

[1] قبا مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے جہاں مدینہ پہنچنے سے پہلے رسول مقبول ﷺ نے ہجرت کے دوران قیام فرمایا تھا اور اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ اس مسجد کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے ملاحظہ ہو سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۹ (ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۴۸۲ کالم ۲)

[2] سیرت النبی کامل ابن ہشام ۱: ۵۴۲ کا اردو ترجمہ نگار حاشیہ نمبر ۲ پر ۸ ربیع الاول روز پیر ۱ھ مطابق ۲۰ر ستمبر ۶۲۲ء بتلاتا ہے۔

[3] مقالہ "اسلامی شمسی قمری سال" از مولانا ابو الجلال ندوی مشمولہ ماہنامہ معارف بابت نومبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۳۷۰۔۳۷۲۔

[4] ماہنامہ "نیا دور" لکھنو بابت مارچ ۱۹۹۶ء صفحہ ۲۲۔

[5] سنین کے تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ کیجئے: غرائب الجمل صفحات ۲۹۸ تا ۳۱۷ غیاث اللغات صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۶۔ انڈین ایپی گرافی، بھارتیہ پراچین لپ مالا (ضمیمہ) صفحہ ۱۵۹ تا ۱۹۵ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ۶: ۳۸۔۳۴۷ فرہنگ آصفیہ ۳: ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۱۳ رسالہ معلومات السنین اور مفتاح التقویم از صابری صفحہ ۲۲ تا ۱۶۴ ملہم تاریخ صفحہ ۵ و ۶ مفتاح التواریخ از بھولانیز صحیفہ تواریخ از شاہ کوکب القادری صفحہ ۹ تا ۱۲۔

از مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط
اڈیٹر اخبار "زمزم"

تیسری و آخری قسط

اسلام اور سائنس

پسپائی کا ایک نیا محاذ: یہ واضح ہو گیا کہ سائنس "مذہب" کے مقابلہ میں زندہ اور ترقی پذیر رہی اور مسیحیت نے عارضی فتح پانے کے بعد اس کے سامنے نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھائی۔ سائنس نے کہا کہ علم اور "مذہب" کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ "مذہب" (مسیحیت) نے ہزیمت اُٹھانے کے بعد اعلان کیا کہ مذہب اور سائنس میں سرے سے کوئی تصادم ہی نہیں ہے! سائنس کے تجربات اپنی جگہ قائم رہے اور مسیحیت نے بالآخر انہیں تسلیم کر کے ہمیشہ کے لئے ہتھیار ڈال دیئے اور نہ صرف ہتھیار ہی ڈال دیئے بلکہ سائنس کی خاطر کتب مقدسہ کو مشکوک اور ساقط الاعتبار قرار دے دیا اور ان مضامین کو جو سائنس کے خلاف معلوم ہوتے تھے کہیں مثالی اور خیالی قرار دیا اور کہیں کہہ دیا کہ ان کا الہام سے تعلق نہیں بلکہ وہ بے سروپا روئیات ہیں جو اسرائیلیات اور خرافات سے جمع کر لی گئی ہیں! سائنس نے جن تین محاذوں سے مذاہب پر حملہ کیا تھا اس کا منشا صرف اتنا تھا کہ مسیحیت کا پورا علم کلام غلط، مشکوک اور غیر واقعی ثابت ہو جائے اور سائنس کے مشاہدات کے مقابلہ پر اس کا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ چنانچہ سائنس کا مقصد پورا ہوا اور "مذہب" ہر حملہ کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت کے جس قلعہ کو ناقابل تسخیر تصور کیا جاتا تھا وہ بیت عنکوت بن کر رہ گیا۔

کنٹربری اور یارک کے بشپوں نے ۱۹۲۲ء میں ایک کمیٹی اس غرض کے لئے مقرر کی تھی کہ وہ عام مسیحی عقائد کے بارے میں تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے اور یہ بتائے کہ علمی اور تحقیقی دنیا میں کتب مقدسہ (بائبل) کی پوزیشن کیا ہے۔ جنوری ۱۹۳۸ء میں کمیٹی مذکور نے اپنی رپورٹ پیش کر دی اس نے اپنے فیصلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اختصار یہ ہے لہ

"بائبل کو کسی اعتبار سے بھی معصوم اور غلطیوں سے مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا انجیل کامل کتاب نہیں ہے وہ صرف مسیح کے سوانح حیات پر مشتمل ہے جو عرصہ گزر جانے کے

بعد مختلف ہاتھوں سے قلم بند کئے گئے ہیں۔ ولادت مسیح کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ناقابل اعتبار اور غیر معقول ہے۔ مرنے کے بعد مسیح کا دوبارہ جی اٹھنا بھی سر تا سر غلط ہے۔ مسیح کا صلیب پر چڑھ جانا بھی معتبر ذرائع سے ثابت نہیں اور یہ واقعہ کبھی معرض ظہور میں نہیں آیا۔ غرض انجیل میں مسیح کی صلیب دیئے جانے اور مردوں میں سے جی اٹھنے کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ واقعہ کے خلاف ہے۔ کتاب پیدائش میں تخلیق کائنات کی جو صورت پیش کی گئی ہے اس پر گو کوئی اعتراض نہ ہو مگر تعلیم یافتہ مسیحیوں کا خیال ہے کہ صرف خرافاتی افسانہ ہے اور ان کے لئے اس کی حیثیت بس اتنی ہی ہے کہ یہ افسانہ کتاب پیدائش میں درج ہے جو تاریخی واقعہ سے کلی منافات رکھتا ہے۔"[۱]

فرمایئے! سائنس کا منشا اس سے زیادہ اور کیا تھا کہ کتب مقدسہ غیر الہامی۔ غیر واقعی اور غلط ثابت ہو جائیں۔ وہ خود اپنی جگہ کوہ استقامت بن کر کھڑی رہی اور مسیحیت نے اپنی گردن اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر پھینک دی! یہ ہے "مذہب" اور سائنس کا تصادم و معرکہ جسے غلطی سے اسلام اور سائنس کا معرکہ سمجھ لیا گیا ہے۔

کلیسا کے فیصلے: اگرچہ سطور محولہ بالا سے ہمارا مقصد بالکل واضح ہو گیا ہے مگر سائنس کے مقابلہ میں چونکہ مسیحیت کی شکست کی داستان نہایت دلچسپ ہے اس لئے ہم سائنس کے خلاف کلیسا اور پوپ کے فیصلوں اور عدالتی کارروائیوں پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ مسیحیت کی شکست ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار وانحراف کی مسیحی دنیا کو جرأت نہیں ہو سکتی اس داستان سرائی سے بھی ہمارا مقصد بس یہی ہے کہ سائنس کے مقابلہ پر مسیحیت نے شکست کھائی اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے علوم وحقائق اور جدید انکشافات کو آگے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا۔

گلیلیو کو پاپائے روم کے حکم سے اس بنا پر گرفتار کیا گیا کہ اس کی تحقیق کے مطابق آفتاب مرکز کائنات ہے اور زمین دیگر سیاروں کی طرح ان کی گرد گھومتی ہے۔ ۱۶۱۵ء میں گلیلیو کو روم کی مذہبی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا اور قبل اس کے کہ تحقیقات شروع ہو اور اس فلکی کو اس کے

---

[۱] ریوٹر کا تار مندرجہ اسٹیٹسمین مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء و بمبئی کرانیکل مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء و ہندوستان ٹائمز (دہلی) مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۲

جرم کی سزا ملے، محکمہ احتساب کے ارکان کو ہدایت کی گئی کہ وہ گلیلیو کے ان نظریات کی چھان بین کرے جن پر اس کی کتاب مشتمل ہے۔ چنانچہ مقدس ارکان نے ایک ماہ کی تحقیقات کے بعد ذیل کا فیصلہ صادر فرمایا:

> "پہلا قضیہ کہ آفتاب مرکز کائنات ہے اور وہ زمین کے گرد گردش نہیں کرتا بداہت کے خلاف اور لاہوتی قضایا کے منافی ہے اور چونکہ کتاب مقدس (توراۃ) کے بھی خلاف ہے اس لئے وہ بدعت ہے۔
>
> دوسرا قضیہ کہ زمین کائنات نہیں ہے اور وہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے بداہت اور فلسفہ (؟) کے خلاف ہے اور معتقدات صحیح سے کلی منافات رکھتا ہے۔"[1]

اس فیصلہ کے بعد پوپ پولوس خاص نے پھر حکم دیا کہ گلیلیو کو محکمہ احتساب کے سامنے جوابدہی کے لئے پیش کیا جائے اگر وہ اپنی رائے فاسد سے رجوع نہ کرے تو اسے زندان میں محبوس کر کے طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ چنانچہ محکمہ احتساب کے جج بیلارمن (Bellarman) نے گلیلیو کو ہدایت کی کہ وہ اپنی غلطی کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنا توبہ نامہ محکمہ احتساب کے سامنے پیش کر دے۔

> "میں مقدس پوپ اور ان کے احکام کے نام پر اس اعتقاد سے کہ آفتاب مرکز کائنات ہے اور غیر متحرک ہے اور زمین حرکت کرتی ہے خلوص دل سے توبہ کرتا ہوں۔ میں اپنی رائے کسی کے سامنے پیش نہیں کروں گا اور تحریری و تقریری طور پر اس کی اشاعت سے محترز رہوں گا۔"[2]

۱۶۶۴ء میں پوپ الگزنڈر اسابع نے کوپرنیکس اور گلیلیو کی کتاب کو اس سیاہ فہرست میں جگہ دی جس میں کتاب مقدسہ کے خلاف تحریرات کو درج کر کے ان پر حرمت کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔

پوپ کلیسا اور محکمہ تفتیش نے کوپرنیکس اور گلیلیو پر جو الزامات عائد کئے تھے ان میں صاف تصریح موجود ہے کہ ان ملحدین کے خیالات و نظریات نصوص توراۃ اور کلیسائی معتقدات کے

---

[1] ڈکن وائٹ "Between Religion And Knowlege" فصل ۳ صفحہ ۶۹

[2] ڈکن وائٹ "Between Religion And Knowlege" فصل ۳ صفحہ ۶۹

خلاف ہیں اور اس لئے ان کی کتابوں کو خلاف مذہب اور ان ملحدین کو منکرین مذہب قرار دیا جاتا ہے۔

ذرا ان فیصلوں اور فتوؤں کا زور دیکھئے اور پھر "مذہب" کی پسپائی اور سائنس کی فتح مبین بھی ملاحظہ فرمایئے! سترہویں صدی میں خود پادریوں نے پوپ اور کلیسا کے فیصلوں میں تاویلیں شروع کر دیں اور دنیا کو یہ کہہ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ ان فیصلوں کا مذہب اور توراۃ سے کوئی تعلق نہ تھا!

تاویلیں: اس باب میں اربابِ "مذہب" نے پہلی تاویل یہ کی کہ گلیلیو کو اس لئے سزا نہیں دی گئی تھی کہ وہ زمین کی حرکت کا قائل تھا وہ پاپائیت کی بارگاہ میں اس لئے معتوب ہوا کہ اس نے اپنے نظریہ کو توراۃ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی! اگر فقر ڈیکان کی خفیہ دستاویز اور مذہبی فیصلے یورپ کے اہل علم نے شائع نہ کر دیئے ہوتے تو شاید یہ تاویل کچھ مدت کے لئے لوگوں کو فریب میں مبتلا کر دیتی مگر ان کی اشاعت کے بعد اس قسم کی بات بنانا اس جماعت کا کام ہو سکتا ہے جو اپنے حریف سے ذلت کے ساتھ شکست کھا چکی ہو! محکمہ احتساب کے فیصلہ میں صاف لکھا ہے کہ دوران ارض کا نظریہ اس لئے باطل ہے کہ وہ نصوص توراۃ کے منافی ہے گلیلیو سے جن الفاظ میں توبہ کرائی گئی اس کا منشا بھی یہی تھا کہ حرکت زمین کا نظریہ مذہبی معتقدات کے منافی ہے! مگر سترھویں صدی میں جب پادریوں کو ندامت دامن گیر ہوئی اور علمی اکتشافات کے سامنے مذہب کی دال گلتی نظر نہ آئی تو یہ تاویل گھڑی کہ گلیلیو اپنے نظریات کو کتب مقدسہ سے ثابت کرنا چاہتا تھا۔

ارکانِ مذہب نے جب دیکھا کہ محکمہ احتساب کے خوفناک فیصلے منظر عام پر آگئے ہیں اور ان کے سامنے اس قسم کی تاویل شکست کا کھلا اعتراف ہے تو انہوں نے ایک دوسری ہی تاویل گھڑ ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ گلیلیو کو اس لئے سزا دی گئی تھی کہ اس کے دل میں پوپ کا احترام نہ تھا۔ گویا گلیلیو کا معاملہ ذاتی معاملہ تھا مذہب اور علم کی جنگ نہ تھی! ظاہر ہے کہ یہ تاویل بھی اعتراف شکست کے مترادف ہے جن پر آنے والی نسلوں کو دل کھول کر ہنسنے اور مذاق اڑانے کا موقعہ ملا۔

اس سلسلہ میں تیسری تاویل بھی قابل ملاحظہ ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ گلیلیو کو پوپ یا کلیسا کے حکم سے نہیں بلکہ محکمہ احتساب کے حکم سے سزا دی گئی تھی اور پوپ اور کلیسا کو اس کے فیصلوں کی خبر تک نہ تھی! مطلب یہ ہے کہ یہ معرکہ علم اور مذہب کے درمیان نہ تھا بلکہ علم اور محکمہ عدالت کے درمیان تھا۔ جس سے کلیسا کو کوئی تعلق نہیں! حالانکہ سولہویں اور سترہویں صدی کے تمام اکابر کلیسا نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ گلیلیو کے خلاف فیصلہ کی قرارداد پوپ اور کلیسا کے نام سے مرتب کی گئی تھی۔ خود پوپ اربن ہشتم نے اعلان کیا تھا کہ ۱۶۱۶ء کا فیصلہ پولو مس فامس اور کلیسا کے حکم سے صادر کیا گیا تھا اور ۱۶۳۳ء کے فیصلہ میں اس کا اور کلیسا دونوں کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح پوپ الگزنڈر ہفتم نے کئی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ ۱۶۶۴ء کا فیصلہ خود اس کے حکم سے صادر کیا گیا تھا!

آخر ان تاویلات کی پول بھی کیتھولک پادری کو کھولنی پڑی۔ ریورنڈ رابرٹس نے قصر ڈیکان کے فیصلوں کو شائع کرتے ہوئے اعلان کیا۔

> "وقت آگیا ہے کہ کھینچا تانی کے بغیر حق کا اعتراف کر لیا جائے کیونکہ حقائق ظاہر ہونے کے بعد دروغ بافیوں اور فریب کاریوں کا بازار سرد پڑ جائے گا حقیقت یہ ہے کہ پوپوں کی سلطنت اور کلیسا کے اقتدار نے حرکت زمین کے خلاف تمام جائز اور ناجائز طریقے استعمال کئے، ہم آج کلیسا کے فیصلوں کی موجودگی میں شرم وندامت کے مارے سر بھی نہیں اٹھا سکتے۔"[1]

ایک طرف مقام عصمت (پاپائیت) اور اس کے فیصلے ہیں۔ دوسری طرف ندامت ہے۔ تاویلیں ہیں اور سائنس کھڑی ہنس رہی ہے کہ آخر مذہب نے چار وناچار اپنی شکست کا اعتراف کر ہی لیا اور کلیسا کو سائنس کے مقابلہ پر ہتھیار ڈالتے ہی بنی!

جس وقت کھلے طور پر اعتراف کر لیا گیا کہ علم کی مخالفت کی ذمہ داری تمام تر پوپوں کے سر عائد ہوتی ہے تو ساتھ ہی یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ پوپ کا مقام تو عصمت اور بیگناہی کا مقام ہے پھر انہوں نے کیوں غلط فیصلے صادر کئے اور علم کی مخالفت کر کے کیوں کلیسا کو ذلیل ورسوا کیا؟ یہ

---

[1] ڈکسن وائٹ کی کتاب "مذہب وعلم کا معرکہ" صفحہ ۱۱۸-۱۲

سوال پیدا ہوتے ہی کیتھولک حلقوں کا ایمان متزلزل ہو گیا اور پوپ کی عصمت کو ایسا دھکا لگا کہ اسے پھر سنبھلنے کا موقعہ نہ ملا اور سائنس کو اس راہ سے بھی زبردست کامیابی حاصل ہوئی!

انگلستان کا کارنامہ: اس ذیل میں ہم انگلستان کی عدالتوں کے چند فیصلوں پر بھی نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علم کو اپنی جگہ سے کبھی ملنے کا موقعہ نہ ملا مذہب نے ہر قدم پر ٹھوکر کھائی اور ہر محاذ پر اسے شکست اٹھانی پڑی۔ اور شکست کا سوال پیدا تو وہاں ہو سکتا ہے جہاں دو طاقتوں میں تصادم ہو، لہٰذا مسیحیت اور علم کا تصادم ہوا اور مسیحیت نے اپنے حریف کے مقابلہ پر ہزیمت اٹھائی۔ اسلام نہ کبھی مقابلہ پر آیا اور نہ شکست کا سوال پیدا ہوا۔ معرکہ ہوا مسیحیت اور علم کے درمیان جس میں مسیحیت پسپا ہوئی اور سائنس نے فتح و کامرانی حاصل کی۔

انگلستان میں ۱۳۲۸ء سے ۱۹۱۲ء تک قانون الحاد وارتداد کے ماتحت جس قدر مقدمات آزاد خیال علماء پر چلائے گئے اور جس بے دردی کے ساتھ انہیں سنگین اور شدید سزائیں دی گئیں اس کی نظیر شاید کسی دوسرے ملک میں تلاش کرنے پر بھی نہ ملے گی۔ ۱۹۱۲ء کے بعد جب قانون الحاد کی تنسیخ عمل میں آئی اور ضمیر کی آزادی کا اعلان ہوا تو کہیں جا کر علماء و حکماء نے اطمینان کا سانس لیا۔ قانون الحاد کے ماتحت جس قدر بھی مقدمات چلائے گئے اور عہد بہ عہد ججوں نے شرمندہ ہو کر جو قلابازیاں کھائیں ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علم و سائنس نے "مذہب" کو کس ذلت کے ساتھ شکست دی ہے اور مسیحیت اپنی غلطیوں کا احساس کر کے کس طرح علم و حکمت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئی ہے!

۱۶۷۶ء میں ایک شخص ٹیلر کے خلاف سر متھیو ہیل کی عدالت میں قانون الحاد کے ماتحت مقدمہ چلایا گیا۔ ٹیلر کے خلاف الزام یہ تھا کہ اس نے حضرت مسیح اور انجیل مقدس کی شان میں گستاخی کی تھی اور دانستہ قانون الحاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے الحاد و زندقہ کی راہ پر قدم مارا تھا۔ فاضل جج سر ہیل نے ملزم کو سزا دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

> "ملزم نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ نہ صرف ملحدانہ اور مفسدانہ ہیں بلکہ قانون اور حکومت کے بھی خلاف ہیں اور اس لئے ملزم اس قابل ہے کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے۔
>
> انگلستان کا قانون مسیحی قانون ہے اور مسیحیت کی حمایت اس قانون کا منشا ہے۔ ملزم کی رائے